





## فیہ احد قبک فاخترای الامرین شنت ان شنب ان تناخر فنا خرو لاری التناخر الاخیر الیک

اور شریح سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف لکھا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو اس سے تمہیں لوگ نہ پھیر دیں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ ﷺ کو دیکھو۔ اور اس کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہو تو پھر جس پر لوگوں کا اجتماع ہو اس کو لو۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہونے تجھ سے پہلے اس میں کسی نے کلام کیا ہو تو دو باتوں سے جو نسی بات چاہو اختیار کرو۔ اگر اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے آگے بڑھنا چاہو تو آگے بڑھو۔ اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو پیچھے ہٹو۔ لیکن پیچھے ہٹنے میں تمہارے لئے بہتری دیکھتا ہوں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق

وعن عبد اللہ بن مسعود قال اتی علینا زمان لنا نقضی ولسنا بنا لک وان اللہ قدر من الامران قد بلغنا ماترون فمن عرض له قضاء بعد الیوم فلیقض فیہ بما فی کتاب اللہ عز وجل فان جاءہ مالیس فی کتاب اللہ فلیقض بما قضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان جاءہ مالیس فی کتاب اللہ ولم یقض بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیقض بما قضی بہ الصحاحن ولا یقل انی اتخال وانی اری

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر ایک زمانہ آیا تھا۔ کہ نہ ہم فیصلہ کرتے تھے۔ نہ فیصلہ کرنے کے لائق تھے۔ اور تقدیر الہی میں نہ تھا کہ ہم اس مرتبہ کو پہنچیں۔ جو تم آج دیکھ رہے ہو۔ پس آج کے بعد جس کو کوئی ایسا فیصلہ پیش آجائے۔ جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرے اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہونے رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہو تو نیک لوگوں کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے اور یوں نہ کہے کہ میرا خیال اسی طرح ہے اور میری رائے یہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا طریق

وکان ابن عباس اذا سئل عن الامر وکان فی القرآن انخبر بہ وان لم یکن فی القرآن وکان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انخبر بہ فان لم یکن فان قال فیہ براہ

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی مسئلہ پوچھے جاتے جو قرآن مجید میں ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر رسول اللہ ﷺ سے بھی نہ ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دیتے اگر ان سے بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے۔

مقلد جاہل ہوتا ہے

علامہ شوکانی القول المفید میں لکھتے ہیں۔

محض تقلید پر کفایت کرنا اس کو تو کوئی دانا پسند نہیں کرتا اور مقلد یعنی پر نہیں۔ اور نہ مقلد حقیقت میں علم سے موصوف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تقلید بالاتفاق علم کا راستہ نہیں اگر کوئی دلیل مانگے تو ہم کہیں گے۔ اللہ فرماتا ہے۔ حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اور فرماتا ہے اس شے کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ تیری رائے میں ڈالے اور فرماتا ہے۔ اللہ پر وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم معرفت معلوم کا نام ہے۔ اس حال پر جس حال پر وہ ہو پس مقلد کو ہم کہتے ہیں۔ جب اختلاف ہو جائے۔ تو تجھے اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عبادت کی دوسری عبادت پر ترجیح کس طرح معلوم ہے مقلد آگے سے جواب میں جو کچھ کہے گا وہ اسی پر نوٹ جانے گا کیونکہ جب وہ دلیل دے گا تو اس کو کہا جائے گا کہ جس کے اندر استدلال کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ مقلد نہیں ہو سکتا۔ پس تیرا تقلید پر استدلال کرنا ہی تیرے دعوے کو توڑ رہا ہے۔ خصوصاً جب کہ ایسی گفتگو مقلد کے امام کی کسی فضیلت میں شروع ہو جائے۔ کیونکہ کسی امام کی فضیلت بحیثیت مجتہد ہونے کے مجتہد ہی معلوم کر سکتا ہے۔ مقلد کو کیا معلوم میرا امام اجتہاد میں زیادہ تھا۔ یا کوئی اور یا کسی عبادت میں گفتگو شروع



ہو جائے جو بعض آئمہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اس کے مخالف ہو کیونکہ عبادت کا معاملہ زرا نازک ہے۔ تو مقلد اس میں نہایت بعید ہے بہر حال تقلید کہتے ہیں۔ کسی کا قول بغیر دلیل کے لینا پس تقلید علم کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے۔ اگر علم ہوتا تو تقلید کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ تقلید کا اعتماد قطع پر ہے بلکہ شبہ پر ہے۔

تقلید بدعت ہے

وہو ایضاً فی نفسہ بدعتہ محدثہ لانا نعلم بالقطع انلا صحابہ رضوان اللہ علیہم لم یکن فی زمانہم وعصرہم مذہب لرجل معین یدرک اویقلد وانما کانوا یرجون فی النوازل الی الکتاب والسنة والی ما یتخصیہنم من النظر عند فقہ الدلیل

اور تقلید فی نفسی بھی بدعت ہے۔ محدث ہے کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا جو اس کی حاصل کیا جائے یا اس کی تقلید کی جائے اور سواس کے نہیکہ حادثوں میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے جب کہ کتاب و سنت میں دلیل نہیں ملتی۔

تابعین کا طریق

وکذلک تابعوہم ایضاً یرجون الی الکتاب والسنة فان لم یجدوا نظر واما الجمع علیہ الصحابہ فان لم یجدوا اجتہاداً واختار بعضهم قول صحابی فواہ الاقوی فی دین اللہ تعالیٰ

اور اسی طرح تابعین کی حالت تھی وہ بھی کتب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ پس اگر کوئی مسئلہ کتاب و سنت کی طرف نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ اگر اجماع نہ بھی ہو پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے اور بعض ان کے صحابی کے قول کے لیتے پس اس کو اللہ کے دین میں قوی سمجھتے

آئمہ اربعہ کا طریق

ثم کان القرن الثالث وفیہ کان ابو حنیفہ ومالک والشافعی وابن حنبل فان مالکاً تونی سنة تسع وسبعین ومانہ وتونی ابو حنیفہ سنة خمسين ومانہ وتونی بذه السنة ولد الامام الشافعی وولد ابن حنبل سنة اربع وستين ومانہ وکانوا علی منہاج من مضی لیکن فی عصرہم مذہب لرجل معین یتد رسولہ علی قری منہم کان اتباعہم حکم من قولہ مالک ونظرانہ خالفہ فیہا اصحابہ ولونقلنا لک ذلک محزنا عن مقصود ذلک الکتاب ما ذاک الا لجمعہم الات الاجتہاد وقد رتم علی ضرورت الاستنباطات ولقد صدق اللہ نبیہ فی قولہ خضر القون قرنی ثم الذین یلوئمن ثم الذین یلوئمن ذکر بعد قرنیہ والحدیث فی صحیح البخاری

پھر تیسرا قرن ہوا اس میں آئمہ اربعہ تھے۔ کیونکہ امام مالک 179ء میں فوت ہوئے اور امام ابو حنیفہ ہوئے یہ سب گزشتہ لوگوں کے طریق پر تھے۔ ان کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا۔ جس کا درس ہوا انہیں کی اتباع بھی انہیں کے قریب تھے۔ امام مالک کے بہت اقوال اور اجتہادات ایسے ہیں جن میں ان کے اصحاب مخالف ہیں۔ اگر ہم سب اقوال نقل کریں تو کتاب کے اصل مقصد سے نکل جائیں اس کا سبب یہی تھا کہ ان کو اسباب اجتہاد حاصل تھے۔ اور استنباط کی قسموں پر قادر تھے۔ جو لوگ اماموں کے اصحاب کو اماموں کے مقلد کہتے ہیں۔ وہ غلط ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس قول میں سچا کر دیا۔ کہ بہتر زمانہ میرا ہے پھر جو ان کے نزدیک ہیں اور پھر جو ان کے نزدیک ہیں اپنے زمانوں کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

اجماع صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص 630 میں ہے۔



## اجمع الصحابة على ان من استفتى ابا بكر وعمر امير المؤمنين فله ان يستفتى ابا هريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما ويمل بقولهم من غير نكير

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ پوچھے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اوروں سے بھی فتویٰ پوچھ کر عمل کر سکتا ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔

### شاہ ولی اللہ کا فیصلہ

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 59 میں لکھتے ہیں۔

### قال ابن اہمام فی اخرا تحریر کانوا یستفتون مرۃ واحد او مرۃ غیرہ غیر ملتزمین مقتیا واحدا

ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے تھے کبھی کسی سے ایک مفتی کا الزام نہ تھا۔

تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

جان لیں کہ چوتھی صدی سے پہلے کے لوگ مذہب معین کی تقلید خالص پر جمع نہ تھے۔ ابو طالب کی قوت القلوب میں فرماتے ہیں۔ کہ کتب اور مجموعات (مذہبی) بدعت ہیں۔ اور لوگوں کے اقوال کا قائل ہونا اور لوگوں سے ایک شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اور اس کے قول کو لینا اور ہر مسئلہ میں اس کے قول کی حکایت کرنا اور اس کے مذہب کی فقہ حاصل کرنا قدیم زمانے کے لوگ اس پر نہ تھے۔ یعنی قرون اولیٰ وثانی میں انتہی۔ شاہ ولی اللہ کہتا ہوں۔ کہ قرن اول اور ثانی کے بعد ان میں کچھ تخریج امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلانا یہ بات ان میں قدر سے پیدا ہو گئی۔ مگر پھر بھی چوتھی صدی کے لوگ اس مذہب کی تقلید خالص پر اور اس کے اندر فقہات پیدا کرنے پر اور اسی مذہب کے قول کی حکایت کرنے پر جمع نہ تھے جیسا جستجو سے ظاہر ہے۔ بلکہ ان میں علماء بھی تھے۔ اور عوام بھی مسائل اتفاقیہ اور جمہوریہ میں سوا صاحب شرع کے کسی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالتے تھے وضو غسل نماز ذکوٰۃ وغیرہ کا طریقہ اپنے ماں باپ سے یا اپنے شہروں کے معلموں سے سے سیکھتے اور جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سوا تعین مذہب کے جس مفتی سے اتفاق پڑتا مسئلہ پوچھ لیتے۔

### اہل حدیث کا مسلک

اور خواص لوگوں سے جو اہل حدیث تھے۔ وہ حدیث کے ساتھ مشغول رہتے احادیث نبویہ اور آثار صحابہ ان کو اس قدر پہنچتے کہ کسی مسئلے میں ان کو اور چیز کی احتیاج نہ رہتی۔ حدیث مشہور یا صحیح پہنچتی۔ جس پر فقہاء میں سے کسی نے عمل کیا ہو۔ اور اس کے تبارک کے لئے کوئی عذر نہ رہا ہو۔ یا جمہور صحابہ اور تابعین کے اقوال پہنچتے۔ جو ایک دوسرے کے موید ہیں۔ جن کی مخالفت اچھی نہیں اگر کسی مسئلہ میں تعارض نقل کی وجہ سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اطمینان قلب نہ ہوتا۔ تو فقہاء معتقدین میں سے کس کے قول کی طرف رجوع کرتے۔ پس اگر وہ دو قول ہوتے تو زیادہ بختہ قول کو اختیار کرے خواہ مدینہ والوں کا ہو یا کوفہ والوں کا اہل تخریج جو امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلائے۔ وہ جس مسئلہ میں صریح قول نہ پاتے مذہب میں اجتہاد کر کے مسئلہ بتاتے اور یہ لوگ اپنے اماموں کے مذہب کی طرف نسبت کئے جاتے مثلاً کہا جاتا کہ فلاں شافعی ہے اور فلاں حنفی ہے اور کبھی اہل حدیث کو بھی بہت مسائل میں کسی مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اس مذہب کی طرف نسبت کرتے جیسے نسائی۔ نسائی اور بہیقی شافعی کی طرف نسبت کئے جاتے تھے۔ پس اس وقت قاضی اور مفتی مجتہد ہی ہوتا تھا۔ اور مجتہد ہی کا نام فقہ رکھتے تھے۔ پھر ان زمانوں کے بعد اور لوگ پیدا ہو گئے۔ جو دائیں بائیں جانے لگے۔ اور کئی امور ان میں نئے پیدا ہو گئے جن سے جھگڑا اور خلاف بھی ہے جو علم فقہ میں ہے۔ (باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعہ و بعدہا ص 157-158)

## حدیث کے مقابلہ میں مفتی کے قول یا فتویٰ کی کوئی اہمیت نہیں

چونکہ یہ بات بھی مسلم ہے۔ اس لئے انہیں تین چار احوال پر اکتفا کر کے یہ بتلاتے ہیں۔ کہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں کسی مفتی کے فتویٰ یا کسی کے قول کی رعایت ہوتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 60 میں لکھتے ہیں۔

وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطاً

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اور تابعین میں سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ ک جب ان کو حدیث پہنچی تو اس پ عمل کرتے بغیر اس کے کہ کسی شرط کی رعایت کریں۔ دارمی کے صفحہ 44 میں ہے۔

قال ابن عباس اما تخافون ان تعدوا او ينحرف بحكم ان تقولوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال فلان

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ تم ڈرتے نہیں کہ تم عذاب کئے جاؤ۔ یا زمین میں دہسا دیئے جاؤ۔ اس بات پر کہ تم کہتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا اور فلاں نے کہا اور یعنی رسول اللہ ﷺ کا بالمقابل فلاں کا ذکر کرتے ہو۔

حدیث کے مقابلہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرنا بلاکت کا سبب ہے۔

تزکرة الحفاظ جلد 3 ص 53 میں محمد بن عبد الملک کے ترجمہ میں ہے۔

عن ابن عباس قال تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عروة بن ابى بكر وعمر عن التمتع فقال ابن عباس ما تقول عروة قالنى ابو بكر وعمر فقال اراهم يسهلون قول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقولون قال ابو بكر وعمر قال ابن حزم انها لعظيمة ما رضى بها قط ابو بكر وعمر رضى الله عنها

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا۔ عروہ نے کہا ابو بکر و عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین نے تمتع سے منع کیا ابن عباس نے کہا کہ عروہ تو کیا کہتا ہے کہا ابو بکر و عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین نے منع کیا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے کہا اور یہ کہتے ہیں۔ ابو بکر اور عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کہا ابن حزم کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کبھی پسند نہ کرتے۔

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت

ترمذی تاج مجتہبائی کے ص 101 میں ہے۔

عمی ابن شہاب ان سالم بن عبد اللہ حدثنا انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسال عبد اللہ بن عمر ع التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد اللہ بن عمر بنی حلال فقال الشامي ان اباك فدنى عننا فقال عبد اللہ بن عمرو اريت ان كان ابى نبي عننا وصنعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابى قبيص ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رجل بل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم بن عبد اللہ نے ایک شخص کو اہل شام سے سنا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمتع کی بابت سوال کرتا ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ



عنه نے کہا حلال ہے۔ سائل نے کہا تیرے باپ عمر نے تو اس سے منع کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا یہ بتلا میرے باپ نے اس سے روکا ہوا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا۔ یا رسول اللہ ﷺ نے اسکو کیا ہے۔ نیز ترمذی طبع مجبائی کے ص 110 میں ہے۔ میں نے ابو سائب سے سنا کہ تھے۔ کہ ہم وکیع کے پاس تھے وکیع نے ایک شخص اہل رے کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار 1 کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ یہ مثلہ 2 ہے۔ اس شخص نے کہا ابراہیم نخعی نے بھی اسی طرح کہا ہے وکیع بڑے جوش میں لگے۔ اور فرمایا کہ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کہتا ہے ابراہیم نے کہا کہ کس قدر لائق ہے۔ کہ توقید کیا جائے پھر قید سے نہ نکالا جائے یہاں تک کہ اس بات سے توبہ کرے۔

1- اشعار کہتے ہیں قربانی کے اونٹ کی کوہان میں زخم کر کے خون اوپر مل دینا تاکہ معلوم ہو یہ قربانی کا ہے۔ 2- مثلہ کے معنی ہیں اطراف کا کاٹنا جیسے ناک کاں ہاتھ پاؤں وغیرہ۔

مسلم جلد اول طبع انصاری ص 48 میں ہے۔

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم عمران بن حسین کے پاس تھے ایک جماعت میں اور ہم مین بشیر بن کعب بھی تھا۔ پس عمران نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حیا سب خیر ہے۔ بشیر نے کہا ہم بعض کتابوں یا حکمت میں پاتے ہیں۔ کہ بعض حیاء اطمینان اور اللہ کے لئے عزت ہے۔ اور بعض حیاء ضعف ہے عمران غضب 1 میں آگئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت سرخ ہو گئیں اور فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں۔

اور تو اس کا معارضہ کرتا ہے۔ پھر حدیث کو لوٹا یا بشیر نے بھی اپنے کلام کو لوٹا یا عمران زیادہ غضب میں آگئے۔ ہم ان کا غضب کم کرنے کے لئے یہی کہتے رہے کہ بشیر ہم سے ہے اس کے ساتھ ڈر نہیں یعنی یہ منافق یا بدعتی نہیں۔ اس قسم کے تشددات سلف کی حدیث کی بابت بہت تھے دیکھئے۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کی مسجد میں جانے کی بابت حدیث سنائی تو انہوں نے کہا کہ وہ بہانہ بنا لیتی ہیں۔ ہم تو روکیں گے بس اتنی بات پر ایسے ناراض ہونے کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔ کیونکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حدیث کے سامنے انسان چون و چرا کرے یا کسی کے قول اور فتویٰ کی رعایت رکھے اسی واسطے

1- عمران بن حسین کے غضب میں آنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ حیا سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ بعض دفعہ انسان زیادہ شرم کی وجہ سے مسئلہ نہیں پوچھتا اس واسطے بخاری کے صفحہ نمبر 24 میں لکھا ہے کہ متکر اور شرم والا علم نہیں سیکھ سکتا بلکہ عمران بن حصین کے غصے میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ حیا کا فائدہ زیادہ ہے اور نقصان شاذ و نادر ہی۔ ایسے شاذ و نادر کے متعلق حضور ﷺ نے کالعدم قرار دے کر احیاء کو مطلقاً خیر کہا ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔ کہ آپ ﷺ سارا شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ حالانکہ چھوڑ بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ترمذی کے صفحہ 92 میں تصریح کی ہے۔ پس جب اس محاورے پر رسول اللہ ﷺ نے سب حیاء کو خیر کہا ہے۔ تو اب تک اس کی تقسیم کرنا اور یوں کہنا کہ بعض اس کا اطمینان اور عزت ہے۔ اور بعض ضعف ہے۔ یہ سراسر حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ تقسیم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس سے یوں سمجھا جاتا ہے۔ کہ حیا سے جہاں بہت سے فائدے ہیں وہاں نقصان بھی بہت ہیں۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بس یہ وجہ تھی عمران بن حصین کے غصے میں آنے کی وجہ یہ تھی۔ ورنہ شاذ و نادر نقصان سے کس کو انکار ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص نہیں جسکی ساری باتیں لی جائیں مگر صاحب اس قبر کا یعنی رسول اللہ ﷺ ہاں اگر قرآن و حدیث سے واقف نہ ہو تو کسی سے پوچھ لے لیکن التزام ایک کا نہ کرے۔ بلکہ جس سے اتفاق پڑے اور پوچھے بھی یوں کہ اس مسئلے میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا حکم ہے۔ نہ یوں کہ فلاں کا کیا مذہب ہے۔ کیوں کہ صحابہ کے زمانے میں ایک مذہب کا التزام نہ تھا۔ نہ کوئی یہ خیال رکھتا تھا۔ نہ قرآن و حدیث میں ایک کی تعین کی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ انما شفاء العی السوال (مشکوٰۃ باب التیم) یعنی جہالت کی شفاء پوچھنی ہے ایک مذہب کی تعین کرنا اس آیت و حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ نے ایک کی تعین کی ہے۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے بلکہ آیت و حدیث میں مطلق ہے۔ تو اب کسی دوسرے کو کیا اختیار ہے کہ وہ تعین کرے۔



خلاصہ یہ ہے کہ ٹیچھ اسلام میں تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن و حدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے کسی کے قول یا فتویٰ کی رعایت نہ لکے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث سے فیصلہ نہ لے تو وہاں پہلے لوگوں کے فیصلے کو اپنی رائے پر مقدم کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر خود قرآن و حدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن و حدیث کا پلچھ لے بس یہی ٹیچھ اسلام ہے۔ اور یہی رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔ اسی پر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو پھوڑ کر رخصت ہوئے تھے۔ اب جتنا کوئی اس روش سے بے گاہ۔ اتنا ہی حق سے دور ہوگا۔ اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا۔

### مسک اہل حدیث اور ٹیچھ اسلام میں کوئی فرق نہیں

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کونسا فرق ہے جو اس روش پر قائم ہے اس کے بتلانے کی ضرورت تو نہ تھی۔ کیونکہ ہر ایک طرز عمل ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے۔ کہ میں اس روش سے لگتا دور ہوں۔ اور لگتا نزدیک ہوں۔ لیکن جس فرق کو ہم اس روش پر بتلانا چاہتے ہیں۔ اس کے طرز عمل پر کیوں کہ غور نہیں کیا جاتا اور دور دور ہی سے ان کو لا مذہب اور آئمہ دین کے حق میں بے ادب اور گستاخ کہہ کر کوسا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا طرز عمل تحریر میں لائیں۔ تاکہ کسی بھولے بھٹکے کو اس تحریر کے دیکھنے کے اتفاق ہو تو شاید برا کہنے سے باز آجائے۔ اور اگر زیادہ اسکی خوش قسمتی ہو تو یہی طرز عمل اختیار کرے اگرچہ اس طرز عمل کا کچھ ذکر حجۃ اللہ کی عبارت میں ص 62 میں بھی گزر چکا ہے۔ لیکن یہاں قدر سے تفصیل مطلوب ہے۔ پس سنیہ۔ شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے صفحہ 36 نہایت 38 پر اہل حدیث کا طرز عمل بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل حدیث کی یہ رائے نہ ہوئی کہ پہلے لوگوں میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کریں۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے لوگوں میں سے ہر ایک کے مذہب کے خلاف کئی احادیث اور آثار ہیں۔ تو اگر ایک کی تقلید کرتے تو ان احادیث و آثار کو پھوڑنا پڑتا حالانکہ طالب حق ایسا نہیں کر سکتا۔ پس انہوں نے ایسے چند قواعد کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین و تابعین مجتہدین کی جستجو اختیار کی جو انہوں نے اپنے دلوں میں محکم کر رکھے تھے۔ میں ان قواعد کو مختصر عبارت میں تیرے لئے بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں جب کوئی مسئلہ قرآن میں صراحتاً ہوتا تو پھر کسی اور طرف نہ جاتے جب قرآن میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا۔ تو حدیث فیصلہ کرنے والی ہوتی پس جب کتاب اللہ میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تو حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث فقہاء میں مشہور ہو یا ایک شہر والوں نے یا ایک گھر والوں نے روایت کی ہو یا صرف ایک ہی سند سے مروی ہو اور یا صحابہ اور فقہانے اس پر عمل کیا ہو یا نہ اور جب کسی مسئلے میں حدیث ہو تو پھر اس مسئلے میں حدیث کے خلاف کسی کے قول یا اجتہاد کی تلاش نہ کرتے اور جب کسی مسئلے میں باوجود پوری تلاش کے کوئی حدیث نہ پاتے تو جماعت صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے اقوال اور جماعت تابعین کے اقوال لیتے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک قوم کے پابند نہ بنتے۔ جیسے ان سے پہلے لوگ کرتے تھے۔ پس جس مسئلہ پر جمہور علماء اور فقہا متفق ہوتے اسی کی اتباع کرتے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو خلفاء اور فقہاء میں سے جو زیادہ عالم اور پرہیزگار ہوتا اس کی حدیث کو لیتے یا اس حدیث کو لیتے جو حدیث میں ان کے نزدیک زیادہ ضبط والا یا زیادہ مشہور ہوتا پس اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس میں یہ دو قول برابر ہوتے یعنی دلیل کی رو سے ایک دوسرے پر ترجیح نہ ہوتی تو وہ مسئلہ دو قول والا ہوتا۔ پس اگر اقوال صحابہ اور تابعین سے بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔ تو قرآن و حدیث کے عموماً اور اشارات میں اور ان معنی میں جن کو عبارت چاہتی ہے غور کرتے یعنی قرآن و حدیث میں اجتہاد اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر حمل کرتے۔ جب کہ دونوں مسئلے سرسری طور پر ای دوسرے سے قریب ہوتے۔ اور دوسرے فقہا کی طرح اصول کے قواعد پر اعتماد نہ رکھتے بلکہ جو فہم کی طرف پہنچتا۔ اور جس سے سینہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ تواتر کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں نہ نقل کرنے والوں کے اوصاف کا اعتبار ہے۔ بلکہ جتنے عدد سے یقین ہو جائے جیسا کہ صحابہ کے حال میں ہم نے اس پر آگاہ کیا ہے۔ اور یہ اصول اہل حدیث کے پہلے لوگوں کے طرز عمل اور ان کی تصریحات سے لئے گئے۔ (چنانچہ سلف کے طرز عمل کی تفصیل ہو چکی ہے)

### اہل حدیث پر طعن در حقیقت صحابہ پر طعن ہے۔

ناظرین اہل حدیث کے اس طرز عمل کا مقابلہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی روش سے کر کے بتلائیں کہ اہل حدیث کیسے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے قدم بقدم ہیں۔ حریفوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اہل حدیثوں پر طعن کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہم در حقیقت صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین پر طعن کر رہے ہیں۔ ہاں اگر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی روش کسی کو پسند نہ ہو تو اس کی مرضی جتنا وہ چاہے طعن کرے ایسے طعن کرنے والوں پر کچھ افسوس نہیں کیونکہ وہ تو اپنے اسلام کی ہی خیر منائے بیٹھے ہیں۔ لیکن جو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو پلچھا کرتا ہے وہ خدا جانے کیوں طعن کرتا ہے۔ کہ وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ



## اکابر اہل حدیث

اس کے علاوہ اور سنی شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 35 میں لکھتے ہیں۔

**فکان روس ہولاء عبدالرحمان بن مہدی و یحییٰ بن سعید القطان و یزید بن ہارون و عبد الرزاق ابو بکر ابی شیبہ و مسد ہنا و احمد بن حنبل و اسحاق ابن راہویہ و الفضل بن دکین و علی بن المدینی و اقرانہم**

یعنی اہل حدیث کے بڑے لوگ یہ ہیں عبد الرحمن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون۔ عبد الرزاق ابو بکر بن ابی شیبہ مسدود۔ ہر بناد احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ فضل بن وکین علی بن مدینی اور ان کی مثل۔ بتلانیے ان لوگوں کا مذہب نیا تھا یا پرانا اصل میں جن لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو نیا سمجھا ہے ان کو ہندوستان سے دھوکا لگا ہے کیونکہ ہندوستان میں پچاس کروڑ ساٹھ سال سے کچھ قبل مذہب اہل حدیث کا چنداں چرچا نہ تھا۔ اس سے بعض کو ہتا نظروں نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب اہل حدیث کی عمر ہی کل پچاس ساٹھ سال کی ہے۔ حالانکہ اس کی عمر سب مذاہب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ سب مذاہب سے پہلے موجود تھا۔ اور جب نئے مذاہب پیدا ہو گئے۔ تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہا ہے اور آئندہ بھی ہے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی النحت**

## مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تقلید شخصی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنے مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی کو ایک خط لکھا جس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میلاد مروجہ میں زکر کے علاوہ بہت سی تخصیصات اور قیودات ہیں جیسے خاص دنوں میں ہونا مجمع میں ہونا۔ اس کے فرش فروش اور روشنی کا انتظام ہونا زکر کے لئے خاص طریق مقرر ہونا اور پھر ایک موقعہ پر پہنچ کر سب مجمع کا کھڑا ہونا اس قسم کی تخصیصات اور قیودات کی وجہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کو کچھ اشتباہ ہو گیا۔ اور اس اشتباہ کو دور کرنے لئے انہوں نے مولوی رشید احمد کو یہ خط لکھا جس کے ضمن میں میں تقلید کا ذکر بھی آ گیا۔ یہ خط بہت طویل ہے۔ ہم بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد مولوی رشید احمد صاحب کا جواب نقل کریں گے۔ ان شاء اللہ

## "مولوی اشرف علی کے خط کی نقل۔"

اب اس وقت دو امر قابل عرض ہیں۔ کہ تقلید مطلق آیا مطلقاً ممنوع ہے۔ یا جب کہ اس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے۔ یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جائے۔ اور اگر مندوب و موجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب و موجب قرب سمجھا جاوے در صورت اولیٰ تقییدات عادیہ میں شبہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بنا علیٰ مصلحتا عادت سمجھا جاوے۔ تو فی نفسی اس میں قباحت نہ ہوگا۔ اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہوا اس میں قبح بغیرہ ہوگا لیکن اس کا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام باعلان کرتا رہے۔ اس وقت بھی رہے گا یا نہیں۔ اگر نہ رہے گا فہما اور اگر رہے گا تو اس صورت میں بعض اعمال میں جو عوام میثائل ہو رہے ہیں۔ اور ظاہر ان کی عقیدت میں ان کی نسبت غلو و افراط بھی ہے۔ اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ اور عوام بلکہ خواص میں اس پر مفاسد مرتب ہو رہے ہیں۔ ایسے اعمال میں شبہ واقع ہوگا۔ مثلاً تقلید شخصی عوام میں شائع ہو رہی ہے۔ اور وہ اس کو علما و عملا اس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ تارک تقلید سے گو کہ اس کے تمام عقائد موافق کتاب و سنت کے ہوں اس قدر بضض و نفرت رکھتے ہیں۔ کہ تارکین صلوٰۃ فساد و فجار سے بھی نہیں رکھتے۔ اور خواص کا عمل و فتویٰ وجوب اس کا موید ہے۔ گو خود ان کو علیٰ سبیل الفرض اس قدر غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشورہ ہے کہ ترک تعلق سے خاصیت و مازعت ہوتی ہے کہ جو ممنوع ہے۔ سو مودی الیٰ الممنوع ہوگا پس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آرائی علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں خاصیت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہ ہے۔ اور مفاسد کا مترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جاہد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے۔ ان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے۔ خواہ کتنی ہی بعید ہو خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل



اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ کو دلینے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر صرف مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صریح پر عمل کریں۔ بعض سنن مختلف آئین با بھر وغیرہ پر چرب و ضرب کی نوبت آجاتی ہے۔ اور قرون ثلاثہ میں اس کو شیوع بھی نہ ہوا تھا۔ بلکہ کیفیت ما انفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا۔ اگر اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ کہ مذاہب اربعہ چھوڑ کر مذہب خاص مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذاہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق داریہ منحصر ان چاروں میں ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر امانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہ ہوا البتہ ایک واقع میں توفیق کرنے کو منع لکھا ہے تاکہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہو جائے۔ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول سے سواس کا قیاس کس طرح مرفوع ہوگا انتہی عبارت (مذکرہ الرشید حصہ اول صفحہ 130-131)

### مولوی رشید احمد صاحب کا جواب

ازبندہ رشید بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایندہ خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے حملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کر لیا اور قبول فرمایا البتہ تقلید شخصی کی نسبت کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہذا اس کو جواب لکھواتا ہوں مقید با امر مباح میں اگر مباح حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے۔ اور دونوں سے اگر کوئی امر واقع ہو جائے تو ناجائز ہوگا۔ اس مقدمے کو خود تسلیم کرتے ہو اب تقلید کو سنو مطلق تقلید مامور بہ ہے۔ لفظہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ اور بوجہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بہ سبب اس کے لاابالی پلینے دین سے ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع گویا اس لازم ہے۔ کہ طعن علماء مجتہدین و صحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اور اس پر ان کا مرتکب ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا۔ لہذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ ہو گئی پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی۔ اس واسطے کے تقلید مامور بہ کی دونوں ہیں۔ شخصی و غیر شخصی۔ بمنزالہ جنس ہے۔ اور مطلق کا وجود کارج میں بدول پلینے کسی فرد کے محال ہے۔ پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی معین مامور بہ ہو گئی۔ اور جو چیز کے اللہ کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کوئی مفاسد پیدا ہوں۔ اور اس کا حصول بدون اسی ایک فرد کے ناممکن ہو۔ تو وہ فرد حرام نہ ہوگا۔ بلکہ ازالہ ان مفاسد کا ان سے واجب ہوگا اور اگر کسی ماموع کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع اس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصہ مامور بہ جاتا ہے۔ اور اس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس نقصان کو ترک کرنا واجب ہوگا نہ اس فرد کا یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے۔ مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب بتلان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو اور نہ اس کے سبب سے عوام میں رجحان ہو اس کی تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہوگی مگر اتنا دیکھنا چاہیے کہ تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں ہیں۔ کہ شخصیت و غیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں۔ پس اس کا حال قیود مجلس میلاد سے جدا ہے بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جائے تو واضح ہے کہ زکوٰۃ و ولادت جہاد ہے۔ اور فرش فروش روشنی وغیرہ قیود مجوشہ کوئی فصل زکوٰۃ نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدوں ان کے زکوٰۃ حاصل ہو سکتا ہے سو ایک کو دوسرے پ قیاس کرنا درست نہیں لہذا اوپر کے کلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی ہد پر ہوگا تو جائز اور جب اپنی سجد سے خارج ہو تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزر بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال سے حلال اور حرام سے حرام ہوتا ہے۔ یہ کلیہ فقہ کا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپ کی اس طویل تقریر کا جواب حاصل ہو گیا۔ ہوگا جو آپ نے دربارہ تقلید لکھی ہے لہذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ تم خود فہم ہوا انتہی کلامہ و مذکرہ الرشید حصہ اول صفحہ 132-133) محدث روپڑی صاحب فرماتے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ میں مطلق تقلید کا حکم ہے۔ اور اس کی دونوں ہیں۔ شخصی اور غیر شخصی۔ غیر شخصی اگرچہ کچھ مدت تک جاری رہی مگر بعد ایک مدت کے اس میں مفاسد پیدا ہو گئے اس لئے یہ ممنوع ہو گئی اور تقلید شخصی واجب ہو گئی کہ کیونکہ مطلق تقلید کے ادا کرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے اور اس میں بھی کچھ مفاسد پیدا ہوں تو ان مفاسد کو دور کرنا چاہیے نہ کہ تقلید شخصی کو حرام کیا جائے۔ ناضرین خیال فرمادیں کہ اس جواب میں مولوی رشید احمد نے کیسے آنسو پونچھے ہیں اتنا خیال نہیں کیا کہ جب تقلید غیر شخصی مفاسد کیوجہ سے ممنوع ہو گئی تو تقلید شخصی کیوں ممنوع نہ ہوگی اور جیسے تقلید شخصی سے پیدا شدہ مفاسد دور ہو سکتے ہیں تو تقلید غیر شخصی سے مفاسد کیوں دور نہیں ہو سکتے اگر یہ خیال ہو کہ تقلید غیر شخصی میں مفاسد زیادہ ہیں تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے چنانچہ ہم نے تعریف اہل حدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے صفحہ 45 تک اس کی کافی تفصیل کی ہے۔ اور مولوی اشرف علی صاحب کا مذکورہ بالا خط بھی اس کا شاہد عدل ہے ہ بلکہ تقلید غیر شخصی میں قطعاً مفاسد نہیں کیونکہ خیر قرون کی روش ہے اور جو مفاسد



مولوی رشید احمد صاحب نے زکے ہیں۔ وہ درحقیقت خیر قرون کی روش کی مخالفت کی ہو کہ تقلید نسخی شروع کر دی۔ ہو یا اس طرح سے مخالفت کی ہو۔ کہ قرآن وحدیث کا مطلب سلف کے خلاف سمجھا ہو اسی طرح سے مخالفت کی ہو کہ اپنی پیدائش وفات بیاہ شادی وغیرہ میں افراط وتفریط سے کام لیا ہو بہر صورت سب مفاسد کا منبع مخالفت سلف ہے موافقت سلف اگر مفاسد کا منبع ہو تو ان کو خیر قرون کہنا ہی صحیح نہیں کیونکہ خیر قرون کے معنی یہ ہیں کہ ان کی روش سب روشوں سے بہتر ہے۔ پھر اخیر میں مولوی رشید احمد صاحب نے میلاد مروجہ اور تقلید میں جو فرق بتلایا ہے کہ زکروادات ان قیود کے بغیر ہو سکتا ہے۔ اور تقلید کا وجود بدوں ان فصول (شخصیت اور غیر شخصیت کے محال ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ خیر قرون میں حسب زعم ان کے تقلید تھی اور شخصیت نہ تھی اور مقلد میں میں تقلید ہے۔ اور غیر شخصیت نہیں پس دونوں کے بغیر تقلید کا وجود پایا گیا۔

اگر کہا جائے کہ دونوں اسمیں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تقلید کا وجود ہو اور وہاں نہ شخصیت ہو نہ غیر شخصیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے شخصیت کے ساتھ غیر شخصیت کو لیا ہے۔ اسی طرح میلاد میں قیود کے ساتھ غیر قیود کو لیا جائے تو تقلید میں اور میلاد میں کچھ فرق نہیں رہے گا۔ یعنی جیسے تقلید میں شخصیت اور غیر شخصیت سے ایک کام کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح زکروادات میں قیود اور غیر قیود سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ پس جیسے شخصیت اور غیر شخصیت فصل ہیں اسی طرح قیود غیر قیود بھی فصل ہوں گے۔ یہ جواب تو مولوی رشید احمد صاحب کی روش کے موافق تھا اب اصل تحقیق سنئے۔

### اصل تحقیق

مولوی رشید احمد صاحب نے یہاں ڈبل غلطی کی ہے۔ اور تقلید کی خاصیت ہی ایسی ہے کہ اس کے مرتکب کو سیدھی بات نہیں سوچتی کیونکہ تقلید خود ایک ٹیڑھا راستہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ شخصیت کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ جب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو تو کسی شخص سے پوچھے غیر شخص سے نہ پوچھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ شخصیت محل نزاع نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو ہے شخص ہی ہے۔ نہ کہ غیر شخص تو غیر شخص سے پوچھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ پوچھنے کے لئے ایک شخص کو معین کر لے یعنی دل میں اس بات کا التزام کرے کہ ہر مسئلہ فلاں شخص سے پوچھوں گا۔ یہ شخصیت محل نزاع ہو سکتی ہے۔ اور ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں غیر شخصیت ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس قسم کا التزام نہ کرے خواہ ایک سے پوچھنے کا اتفاق ہو یا کسی ایک سے اتفاق ہو تو اس کا غیر شخصیت ہونا ظاہر ہے اگر ایک سے اتفاق ہو تو اس کے غیر شخصیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے التزام نہیں کیا مثلاً وہ ایک جگہ رہتا ہے اور وہاں ایک ہی عالم ہے تو اس سے ہمیشہ مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتا ہے۔ مگر دل میں یہ التزام نہیں کہ اگر کوئی درد سر عالم یہاں آجائے یا مجھے دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہو۔ تو پھر بھی اسی کا مسئلہ مانوں گا۔ تو یہ صورت غیر شخصیت ہی ہوگی۔ کیونکہ اس نے شخص معین کا التزام نہیں کیا بلکہ اتفاق ایسا ہو گیا کہ وہ ایک ہی سے پوچھا رہا۔ جب شخصیت کے دونوں معنی معلوم ہو چکے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ دوسرا محل نزاع ہے نہ کہ پہلا تو اب بتلانیے۔ کہ اس التزام کو مسئلہ پوچھنے میں کیا دخل ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی دخل نہیں جیسے میلاد مروجہ میں زکروادات کے ساتھ قیود زائد لگے ہوئے ہیں جن کو مولوی رشید احمد صاحب نے امور منظرہ کہا ہے۔ اسی طرح کسی سے مسئلہ پوچھنے کے ساتھ اسی قسم کا التزام ایک قید زائد یا امر منضم ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ میلاد مروجہ کو توبہ عت کہا جائے اور تقلید شخصی متنازعہ فیہ کو بدعت نہ کہا جائے۔

### منطقی اصلاحات میں ڈبل غلطی

مولوی رشید احمد صاحب نے اس جگہ منطقی اصلاحات میں بڑی ڈبل غلطی کی ہے خدا جانے مہارت نہ تھی یا تقلید کے اثر سے ایسا ہوا دیکھیے۔ شخصیت کے معنی میں دھوکہ کھا کر اس کو فصل قرار دینا تو الگ رہا ہے اس کے مقابلے میں غیر شخصیت کو بھی فصل قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ غیر شخصیت مفہوم عدی ہے جو کسی صورت وجودی شے تقلید کا فصل بننے کے قابل نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر دیکھئے۔ یہ کسی قدر غلطی کی ہے کہ فرماتے ہیں۔ مطلق تقلید ما مور سے لفظ تعالیٰ

اور اس ک دونوع شخصی اور غیر شخصی قرار دی ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کیا کہ جس مطلق تقلید کا امر اس آیت میں ہے۔ وہ غیر شخصی ہے کیونکہ التزام کی قید نہیں اور قرآن وحدیث میں جو قید نہ ہو۔ اس قید کا اضافہ کرنا قرآن وحدیث کی مخالفت ہے تو پھر شخصی اس کا نوع کیسے بنی۔ اگر اس کو اصولی طور پر سمجھنا ہو تو یوں سمجھے۔ کہ نور النواز وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ اس آیت میں مطلق قرات کا حکم ہے تو حدیث کے ساتھ اگر فاتحہ کی تعین کی جائے تو یہ



کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ جو نسخ ہے پس اسی طرح تقلید شخصی کو۔۔۔ قرآن۔۔۔ کے خلاف سمجھنا چاہیے نہ کہ مامور بہ میں داخل ہیں۔ بلکہ زیادہ خلاف سمجھنا چاہیے کیوں کہ تقلید کی بابت تو کوئی حدیث بھی نہیں آئی۔ اگر اور وضاحت تو سنئے!

عام بول کر خاص من حیث الخاص کا ارادہ کرنا مجاز ہے۔ کیونکہ اس کی حیثیت سے یہ خاص لفظ کا مجموع نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ لفظ کو مجازی معنی پر حمل کرنا اس لفظ کی مخالفت ہے اسی لئے مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ جب خاص کر یہ حالت ہو تو بتلائیے۔ کہ تقلید شخصی جس کی حقیقت میلاد مروج کی طرح امر منضم سے پیدا ہوئی ہے۔ اس آیت میں نوع مامور بہ کسی طرح بنی۔

جو کہنا ہے سو کہہ لیکن سمجھ کر مرد نعمانی

چوں کفر از کعبہ بر خیزد و کجا ماند مسلمانی

اس لئے تعریف اہل حدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے صفحہ 145 تک ہم نے بڑے زور شور سے لکھا ہے۔ کہ تقلید شخصی قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اور اجماع صحابہ رجوان اللہ عنہم اجمعین بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے۔ اور آیت کریمہ میں۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ وغیرہ میں جس سوال کا ذکر ہے۔ اول تو وہ تقلید ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی اتباع ہے۔ اگر کوئی زور زوری اس کا نام تقلید رکھ لے تو اس کی خوشی وہ خواہ مجتہد کو بھی مقلد کہہ دے کیونکہ مجتہد بھی قرآن و حدیث کی اتباع کرتا ہے۔ سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

ایک بات یہاں اور سنئے! جس تقلید کی نسبت اصل نزاع ہے وہ چار اماموں کی تقلید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کسی امام سے مسئلہ پوچھنے کے وقت یوں کیا جائے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ صاحب کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے۔ اور آیت کریمہ۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ میں جس سوال کا ذکر ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ علم نہ ہو تو کسی علم والے کو کہئے کہ اس مسئلہ میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم امام ابو حنیفہ کو یا کسی اور امام کو دیکھ لو کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے۔ اب بتلائے کہ اس آیت کو تقلید متنازع فیہ سے کیا تعلق اگر امام صاحب زندہ ہوتے تو ان سے یہی سوال ہوتا کہ اس مسئلہ میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ اور اہل ذکر سے مراد کتاب اللہ ہے یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خدا اور رسول ﷺ کا ارشاد پوچھے بلکہ۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ کے بعد۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔۔ ہے وہ بھی اسی طرف ارشاد ہے اور مسلمان کی شان بھی یہی ہے۔ کہ اللہ اور رسول ﷺ کا ارشاد پوچھے نہ یہ کسی امام کے مذہب کا التزام کر کے یوں سوال کرے کہ امام کا کیا ارشاد ہے۔ پھر اللہ جانے اس آیت کو متنازع فیہ میں کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ اس آیت میں نہ اس التزام کا کوئی ذکر ہے نہ اسی طرح سوال کرنے کا کوئی ارشاد ہے ان باتوں پر اس آیت سے استدلال کرنا الفاظ آیت سے نہایت بعید ہے تعجب ہے کہ اصول فقہ میں تو خبر واحد سے مطلق کو مقید کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں اپنی طرف سے ہی سب تصرفات ہو رہے ہیں۔

جہاں ہمارا زوال بجلال گدھا نچر سبھی حلال

واللہ ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے۔ کہ ایک کام رسول اللہ ﷺ دو طرح سے کرتے ہیں۔ جیسے نماز سے سلام پھیر کر کبھی دائیں طرف بیٹھنا کبھی بائیں طرف اس میں ایک جانب کا التزام تو شیطانی کام ہو جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اور ایک دوسرا کام جس پر عمل ہونا تو کجا قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اور اجماع صحابہ رجوان اللہ عنہم اجمعین بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے۔ بلکہ اصول فقہ کے بھی خلاف ہے۔ اس کو آج رحمانی کام کہا جاتا ہے۔ بلکہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ درجے تک پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی فرض خیال کیا جاتا ہے۔

برہیں تفاوت رہ ازف کجا است تا بجایا



ماضربن نبیال فرمایں کہ افتاء کے گدی نشینوں کی بے خبری آج کہاں تک نوبت پہنچا رہی ہے خیر اور علوم خاص کہ قرآن و حدیث سے ان کی بے خبری تو کو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ تقلید کی اندھیری کوٹھڑی میں پڑے ہیں مگر جب ہم ان کے اصول فقہ میں جو ان کے تقلیدی مذہب کی روح رواں ہے کمزور پاتے ہیں تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے۔

نہ خدا ملانہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی باندی

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11 ص 272-318

محدث فتویٰ